حدیثِ قرطاس

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت کا واقعہ ہے، غنودگی آپ پر طاری ہے، سچائی کی آسماں حشم مثالیں، اصحاب پاک مصطفیٰ ﷺ آپ کے پاس بیٹھے ہیں، اتنے میں رسول اللہ ﷺ کی آواز آتی ہے، کچھ لکھ نہ دوں کہ آپ کو یاد رہے، کاغذ قلم لائیے۔

یہ آواز ایک ایسے وقت میں آئی، جب آپ وحی کے ابلاغ کا فریضہ بہ طریق احسن نبھا چکے ہیں، دین مکمل ہو چکا ہے، موت کے صبر آزما لمحوں نے جانثاروں کے دیدے نمناک کر رکھے ہوں گے، کبھی بہہ جاتے ہوں گے، پھر صبر سے تھم جاتے ہوں گے۔

وقت کی اسی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ'' ہمیں قرآن وسنت ہی کافی ہے۔

چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو لکھنے کی زحمت کیوں دیں، جبکہ وحی تو آپ پہنچا چکے، بعض صحابہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کی موافقت کی، دوسرے بعض اختلاف کرنے لگے۔ اختلاف کرنے والوں کا کہنا تھا ''أَهَجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ'' کاغذ قلم دینا چاہیے، یہ مریض کی بے ربط گفتگو نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ واقعی کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

دوسرے صحابہ دینے کے حق میں نہیں تھے، ان کا کہنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ

تکلیف میں ہیں۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ کی آواز آتی ہے، کاغذ قلم رہنے دیجئے اور فی الحال یہاں سے چلے جایئے، میری موجودگی میں اختلاف مناسب نہیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

① سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں :

لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ، قَالَ : هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، قَالَ عُمَرُ : إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ القُرْآنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا، فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ : قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : قُومُوا عَنِّي .

”نبی اکرم ﷺ کی وفات کا وقت ہوا تو اس وقت گھر میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سمیت کچھ لوگ موجود تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: قلم کاغذ لائیں، میں تحریر کر دوں، جس کے بعد آپ کبھی نہیں بھولیں گے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے : رسول اللہ ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور قرآن

موجود ہے، سو، ہمیں قرآن وحدیث ہی کافی ہے۔ گھر میں موجود لوگوں نے اختلاف کیا اور بحث مباحثہ ہونے لگا، کچھ کہہ رہے تھے کہ (قلم کاغذ) دیں، تاکہ آپ ﷺ تحریر فرما دیں، جس کے بعد آپ بھولیں گے نہیں، کچھ کہہ رہے تھے، رہنے دیجئے آپ ﷺ تکلیف میں ہیں۔ جب اختلاف نے شدت اختیار کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سے اُٹھ جائیں۔''

(صحيح البخاري : 7366، صحيح مسلم : 1637)

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

قُومُوا عَنِّي، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ .

''یہاں سے چلے جائیں، میری موجودگی میں اختلاف مناسب نہیں۔''

(صحيح البخاري : 114)

② ایک روایت میں ہے:

اِئْتُونِي بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ أَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهٗ أَبَدًا، فَقَالُوا : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْجُرُ .

''ہڈی اور دوات یا تختی اور دوات لائیں۔ میں کچھ لکھ دیتا ہوں، اس کے بعد آپ بھولیں گے نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: رسول اللہ ﷺ مرض موت میں تکلیف کی شدت سے تو ہرگز نہیں کہہ رہے۔''

(صحيح البخاري :4431، صحيح مسلم : 1637)

③ سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ رو رہے تھے، فرماتے تھے: جمعرات کا دن کتنا پریشان کن تھا!

اِشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ : ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا : مَا شَأْنُهُ، أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ؟ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ، فَقَالَ :دَعُوْنِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض موت کی تکلیف شدت اختیار کر گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس کچھ لاؤ میں تحریر کر دیتا ہوں، جس کے بعد کبھی نہیں بھولو گے، اس بات پر صحابہ اختلاف کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اختلاف ہرگز مناسب نہیں تھا۔ صحابہ کہنے لگے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا معاملہ درپیش ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات شدت تکلیف کی بنا پر تو ہرگز نہیں ہے۔ اس بات کو سمجھتے کیوں نہیں، وہ بار بار کہتے کہ آپ ضرور لکھیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، میں سمجھتا ہوں کہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔''

(صحيح البخاري :4431، صحيح مسلم : 1637)

مرض الموت کی شدت کا بیان سیدنا عباس اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما ہر دو نے

کیا ہے، اسی بنا پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجتہادا کہہ دیا کہ ہمارے لئے قرآن و حدیث کافی ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اجتہاد درست تھا، کیوں کہ وحی پہنچانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں شامل ہے، اب اگر یہ سوچا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی بات لکھنی تھی جو پہلے نہیں بتائی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ اعتراض ہوگا کہ آپ نے وحی پہنچائی ہی نہیں، سو، یہ ماننا ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول کیا اور لکھنے سے انکار کر دیا۔

لفظ ہجر کی تحقیق:

ہجر کا مطلب ہے ''شدت بخار میں بے معنی گفتگو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا انکار و نفی کی ہے، ''اہجر'' میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے، ہجر فعل ماضی ہے۔ بعض روایات میں بغیر ہمزہ کے هَجَرَ اور يَهْجُرُ کے الفاظ ہیں، یہاں بھی ہمزہ محذوف ہے، کلام عرب میں اس طرح کے محذوفات عام ہیں۔

یہاں اس حقیقت کو بھی مدنظر رکھئے کہ حدیث میں ''فَقَالُوا مَالَهُ أَهَجَرَ'' ہے، ''قَالُوا'' کا مطلب صحابہ کے ایک گروہ نے کہا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لفظ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں، بلکہ دوسرے صحابہ کے ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کر رہے تھے۔

بعض احادیث میں ہجر کے ساتھ ہمزہ استفہام انکاری کا بیان ہوا ہے، جس کا معنی یوں بنتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شدت بخار کی حالت میں بے معنی گفتگو نہیں بلکہ شعور و احساس کے ساتھ کلام فرما رہے ہیں۔

لہٰذا اس حدیث میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تنقیص کا کوئی پہلو نہیں بلکہ یہ حدیث ان کی عظمت کا استعارہ ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موافقت فرمائی اور لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ صحیح بخاری (4431) صحیح مسلم (1637) میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دَعُوْنِي، فَالَّذِي أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ .

''مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، آپ جو مجھے لکھنے کا کہہ رہے ہیں میرے مطابق نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔''

قرآن وحدیث میں موافقاتِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں، کئی دفعہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رائے دیتے ہیں اور اسے شریعت کا درجہ مل جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ تو یاد ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے، پھر اچانک اٹھ کر چلے گئے، جب کافی دیر تک واپس نہیں آئے، تو صحابہ کو فکر لاحق ہوئی کہ مبادا کوئی آپ کو نقصان نہ پہنچا دے۔ چنانچہ صحابہ آپ کی تلاش میں نکل گئے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ڈھونڈ لیا، آپ ایک باغ میں تشریف فرما تھے، جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ماجرا بیان کیا تو آپ نے ان کو اپنا جوتا دیا، فرمایا: جاؤ اور جو کلمہ گو راستے میں ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نکلے سب سے پہلے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہیں جنت کی خوش خبری سنائی تو انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سینے پر زور سے ہاتھ مارا، وہ زمین پر گر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے، وہ

رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور آپ سے شکایت کی، تو آپ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

يَا عُمَرُ، مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا فَعَلْتَ؟ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، بِأَبِي أَنْتَ، وَأُمِّي، أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ، مَنْ لَّقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِّهَا قَلْبُهٗ بَشَّرَهٗ بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَلَا تَفْعَلْ ، فَإِنِّي أَخْشٰى أَنْ يَّتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا، فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُونَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَخَلِّهِمْ .

''عمر! ایسا کیوں کیا؟ کہا آقا میرے ماں باپ آپ پہ قربان، کیا آپ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ جو کلمہ گو ملے اسے جنت کی خوش خبری دے دو۔؟ فرمایا: جی ہاں! تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ آقا ایسا نہ کیجئے، مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسی پر تکیہ کر لیں گے، انہیں عمل کرنے دیجئے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جی درست ہے۔''

(صحیح مسلم :31)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مارا بھی ہے، مگر جب اپنا موقف سامنے رکھا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے اتفاق کرلیا، اللہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فہم ثاقب عطا کیا تھا، اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کر لیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان سے اتفاق کر لیتے تھے، حدیث قرطاس میں انہوں نے اپنے خیال کا

اظہار کیا کہ رسول اللہ ﷺ شدید تکلیف میں ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کو یہ زحمت نہیں دینی چاہئے، بعض صحابہ نے تو آپ رضی اللہ عنہ کی بات سے اختلاف کیا، مگر رسول اللہ ﷺ نے آپ کی موافقت کی۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا كَلَامُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَدِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ الْمُتَكَلِّمُونَ فِي شَرْحِ الْحَدِيثِ عَلٰى أَنَّهٗ مِنْ دَلَائِلِ فِقْهِ عُمَرَ وَفَضَائِلِهٖ وَدَقِيقِ نَظَرِهٖ.

''شارحین حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت، فقاہت دین اور دقت نظری پر دلالت کناں ہے۔''

(شرح صحيح مسلم: 90/11)

کیا صحابہ کا اختلاف خلافت لکھنے میں مانع ہوا؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَّكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنَ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ.

''بہت بڑی مصیبت تب واقع ہوئی جب صحابہ کا باہمی اختلاف اور شور ہوا اور نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔''

(صحيح البخاري: 7366، صحيح مسلم: 1637)

یہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا اجتہاد تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا ارادہ صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے نہیں بلکہ از خود ہی ترک کر دیا تھا، کیوں کہ چند دن پہلے بھی ایسا ہی واقعہ پیش آ چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ابوبکر اور عبد الرحمٰن بن ابی بکر کو بلائیں میں خلافت لکھ دیتا ہوں پھر ارادہ ترک کر دیا فرمایا:

يَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ .

''خلافت کے لئے ابوبکر کے علاوہ کسی کا نام آیا تو اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کر دیں گے۔''(مسند الإمام أحمد : 144/6، صحيح مسلم : 2387)

یہاں تو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، لکھنے سے روکنے والا کوئی نہیں مگر آپ ارادہ ترک کر رہے ہیں، کیوں؟ جس بنا پر یہاں ارادہ ترک کیا اسی بنا پر اس موقعہ پر بھی ترک کر دیا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:728ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ كِتَابَةَ الْكِتَابِ بِاخْتِيَارِهٖ، فَلَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ نِزَاعٌ، وَلَوِ اسْتَمَرَّ عَلٰى إِرَادَةِ الْكِتَابِ مَا قَدِرَ أَحَدٌ أَنْ يَّمْنَعَهٗ .

''اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا ارادہ اپنے اختیار سے ترک کیا، اگر آپ لکھنا چاہتے تو کس کی مجال تھی کہ آپ کو روکتا۔''

(منهاج السّنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية : 317/6)

نیز فرماتے ہیں:

لَا فِي شَيْءٍ مِّنَ الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ أَنَّهٗ

جَعَلَ عَلِيًّا خَلِيفَةً، كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مَا يَدُلُّ عَلٰى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ، ثُمَّ يَدَّعُونَ مَعَ هٰذَا أَنَّهُ كَانَ قَدْ نَصَّ عَلٰى خِلَافَةِ عَلِيٍّ نَصًّا جَلِيًّا قَاطِعًا لِّلْعُذْرِ، فَإِنْ كَانَ قَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَغْنٰى عَنِ الْكِتَابِ، وَإِنْ كَانَ الَّذِينَ سَمِعُوا ذٰلِكَ لَا يُطِيعُونَهُ فَهُمْ أَيْضًا لَّا يُطِيعُونَ الْكِتَابَ.

''کسی صحیح حدیث میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر نص موجود نہیں، جبکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحیح ثابت نصوص موجود ہیں، شیعہ کا دعوی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر قطعی نص قائم کر چکے تھے، اگر ایسا ہی تھا تو لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ اگر خلافت کا بیان ہو چکا تھا تو سوچئے! جن لوگوں نے سن کر نہیں مانا، وہ لکھا ہوا مان لیتے؟''

(مِنهاج السّنة النّبويّة في نقض كلام الشّيعة والقدريّة : 318/6)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مصیبت کسے کہتے ہیں؟

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کو مصیبت کہا کرتے تھے کہ صحابہ کے شور کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا، وہ سمجھتے تھے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ دیا ہوتا، تو بعد میں آنے والے گمراہ فرقے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انکار کی راہ نہ پاتے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:728ھ) فرماتے ہیں:

يَقْتَضِي أَنَّ هٰذَا الْحَائِلَ كَانَ رَزِيَّةً، وَهُوَ رَزِيَّةٌ فِي حَقِّ مَنْ شَكَّ فِي خِلَافَةِ الصِّدِّيقِ، أَوِ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ؛ فَإِنَّهُ لَوْ

كَانَ هُنَاكَ كِتَابٌ لَّزَالَ هٰذَا الشَّكُّ، فَأَمَّا مَنْ عَلِمَ أَنَّ خِلَافَتَهٗ حَقٌّ فَلَا رَزِيَّةَ فِي حَقِّهٖ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

''سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسے مصیبت کہہ رہے ہیں، یہ مصیبت اس کے لئے ہے، جو خلافت صدیق میں شک کرتا ہے یا اس پر معاملہ مشتبہ ہو چکا ہے، اگر کوئی لکھی ہوئی چیز ہوتی، تو یہ شک دور ہو جاتا۔

اور جو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حق سمجھتا ہے، اس کے لئے کوئی مصیبت نہیں، والحمد للہ۔'' (مِنهاج السّنة : 25/6)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ بات اس وقت فرمایا کرتے تھے، جب گمراہ فرقے جنم لے چکے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ خلافت صدیق کے انکار کو امت کی بربادی قرار دے رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلافتِ علی رضی اللہ عنہ نہیں لکھنا چاہتے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خلافت و امامت کے اوّل حقدار تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خلیفہ بلافصل لکھنا چاہتے تھے، جس سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ نے روک دیا۔ لیکن اس حدیث کا بہ غور مطالعہ کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ اس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کے لکھنے کا ذکر تک نہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:774ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مِمَّا قَدْ تَوَهَّمَ بِهٖ بَعْضُ الْأَغْبِيَاءِ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ مِنَ الشِّيعَةِ وَغَيْرِهِمْ كُلِّ مُدَّعٍ أَنَّهٗ كَانَ يُرِيدُ أَنْ

يَّكْتُبَ فِي ذٰلِكَ الْكِتَابِ مَا يَرْمُونَ إِلَيْهِ مِنْ مَّقَالَاتِهِمْ، وَهٰذَا هُوَ التَّمَسُّكُ بِالْمُتَشَابِهِ وَتَرْكُ الْمُحْكَمِ، وَأَهْلُ السُّنَّةِ يَأْخُذُونَ بِالْمُحْكَمِ وَيَرُدُّونَ مَا تَشَابَهَ إِلَيْهِ، وَهٰذِهِ طَرِيقَةُ الرَّاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ كَمَا وَصَفَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهٖ، وَهٰذَا الْمَوْضِعُ مِمَّا زَلَّ فِيهِ أَقْدَامُ كَثِيرٍ مِّنْ أَهْلِ الضَّلَالَاتِ، وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَلَيْسَ لَهُمْ مَذْهَبٌ إِلَّا اتِّبَاعُ الْحَقِّ يَدُورُونَ مَعَهٗ كَيْفَمَا دَارَ، وَهٰذَا الَّذِي كَانَ يُرِيدُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنْ يَّكْتُبَهٗ قَدْ جَاءَ فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ التَّصْرِيحُ بِكَشْفِ الْمُرَادِ مِنْهُ.

''اس حدیث سے اہل بدعت، شیعہ وغیرہ کے بعض کند ذہن لوگوں نے وہم کھایا ہے۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وہی لکھنا چاہتے تھے، جو ہمارے ذہنوں میں ہے۔ یہ ایک متشابہہ بات ہے، اہل بدعت کا وطیرہ ہے کہ وہ متشابہات کو لیتے ہیں اور محکمات کو رد کر دیتے ہیں، جبکہ اہل سنت محکم کو لیتے ہیں اور متشابہ کو چھوڑتے ہیں۔ یہ طریقہ فرمان باری تعالیٰ کے مطابق راسخ علما کا ہے۔ اہل سنت کا مذہب حق کی پیروی ہے اور یہی ان کا دائرہ کار ہے۔ حدیث قرطاس کے مسئلہ میں بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے، حالاں کہ نبی کریم ﷺ جو لکھنا چاہتے تھے، اس کی

وضاحت صحیح احادیث میں آ گئی ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 227/5، 228)

نبی کریم ﷺ لکھنا کیا چاہتے تھے؟

صحیح احادیث سے یہی معلوم ہوتا کہ اس موقعہ پر نبی کریم ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھنا چاہ رہے تھے۔

حدیث نمبر ①:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا كَانَ وَجَعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ، قَالَ : ادْعُوا لِي أَبَا بَكْرٍ وَّابْنَهٗ، فَلْيَكْتُبْ لِكَيْلَا يَطْمَعَ فِي أَمْرِ أَبِي بَكْرٍ طَامِعٌ، وَلَا يَتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ، ثُمَّ قَالَ : يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ مَرَّتَيْنِ....، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَأَبَى اللّٰهُ وَالْمُسْلِمُونَ.

''نبی اکرم ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا : ابوبکر اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن کو بلائیں، تاکہ وہ لکھ لیں اور کوئی ابوبکر کی خلافت میں حرص نہ کرے۔ پھر دو مرتبہ فرمایا: اللہ اور مسلمان کسی دوسرے کو بہ طور خلیفہ تسلیم ہی نہیں کریں گے۔....سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : چنانچہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں نے (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ) کسی کو تسلیم نہیں کیا۔''(مسند الإمام أحمد : 106/6، وسندهٗ حسنٌ)

حدیث نمبر ②:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں مجھ سے فرمایا:

أُدْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ، أَبَاكِ، وَأَخَاكِ، حَتّٰى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَّتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَّيَقُولُ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلٰى، وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ.

''عائشہ! اپنے والد ابوبکر اور بھائی عبدالرحمٰن کو بلائیں، میں کچھ تحریر کئے دیتا ہوں، خدشہ ہے کہ کوئی خلافت کا متمنی ابوبکر سے اولیت کا دعوی نہ کر دے۔ اللہ اور مومن ابوبکر کے علاوہ (سب کے دعوئ خلافت کا) انکار کر دیں گے۔''

(مسند الإمام أحمد: 144/6، صحيح مسلم: 2387)

حدیث نمبر ③:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا:

لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُّ أَنْ أُرْسِلَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ وَّابْنِهٖ فَأَعْهَدَ، أَنْ يَّقُولَ: الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ.

''میں نے ارادہ کیا ہے کہ ابوبکر اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن کی طرف پیغام بھیجوں اور خلافت کی وصیت کر دوں، تاکہ کوئی خلافت کا دعوی وتمنا نہ کر سکے۔''

(صحيح البخاري : 7217)

یہ احادیث بتاتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے، پھر آپ نے یہ ارادہ ترک کر دیا، کیوں کہ آپ نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اللہ اور مومنین ابوبکر کے علاوہ کسی کو قبول ہی نہیں کریں گے۔

اللہ نے دین کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے، لہٰذا ایسا ممکن نہیں کہ خلافت وامامت اللہ کی طرف سے منصوص ہو، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے اوّل حقدار ہوں اور پوری امت اس کے خلاف متفق ہو جائے، نصوص قرآن وسنت اور عقل اس کا انکار کرتے ہیں۔

مزید یہ ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے کسی بھی لمحے میں خود کو خلیفہ بلا فصل نہیں کہا، نہ اس بات کا اظہار کیا، بعض گروہوں کی طرف سے اگر یہ اعتراض مان لیا جائے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ چوں کہ امت کو ایک نئی مصیبت میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لئے آپ نے اپنے حق کا مطالبہ نہیں کیا، تو یہ سوال خود بخود پیدا ہو جائے گا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں اس بات کے اظہار میں کیا رکاوٹ تھی؟

پھر اگر بالفرض رسول اللہ ﷺ کو لکھنے سے روکا جا رہا تھا، تو یہ فرمانے میں کیا حرج تھا کہ میرے بعد علی خلیفہ بلا فصل ہیں؟

حدیث قرطاس سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے، وہ اس واقعہ پر اندوہ گین بھی ہیں، لیکن انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادتی ہوئی ہے یا نبی اکرم ﷺ ان کی خلافت لکھنا چاہتے تھے، لیکن لکھ نہ سکے وغیرہ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تو ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے معترف تھے اور

آپ کی خلافت کو برحق تسلیم کرتے تھے، فرماتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰی عُمَرَ حِينَ طُعِنَ فَقُلْتُ : أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَسْلَمْتَ حِينَ كَفَرَ النَّاسُ، وَجَاهَدْتَّ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَذَلَهُ النَّاسُ، وَقُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، وَلَمْ يَخْتَلِفْ فِي خِلَافَتِكَ اثْنَانِ، وَقُتِلْتَ شَهِيدًا.

''سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے، تو میں ان کے پاس آیا۔ میں نے کہا: امیر المومنین! جنت مبارک ہو! جب لوگوں نے اسلام کا انکار کیا، تو آپ نے قبول کیا۔ آپ نے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا، جب لوگوں نے آپ کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ سے راضی تھے۔ آپ کی خلافت میں دو انسانوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اور اب آپ منصب شہادت پر فائز ہونے والے ہیں۔''

(المستدرك للحاكم : 92/3، وصحّحه ابن حبّان : 6891، وسندهٗ صحيحٌ)

نیز دیکھیں: (صحيح البخاري : 3692)

کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے دعوی خلافت یا تمنائے خلافت کا تاریخ اسلام میں اشارہ تک نہیں ملتا، آپ نے خود کو کبھی وصی رسول نہیں کہا، بلکہ معاملہ اس کے برعکس

ہے۔

① سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَ النَّاسُ : يَا أَبَا حَسَنٍ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، فَقَالَ : أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا، فَأَخَذَ بِيَدِهٖ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ المُطَّلِبِ فَقَالَ لَهٗ : أَنْتَ وَاللّٰهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ العَصَا، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَأَرٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ يُتَوَفّٰى مِنْ وَّجَعِهٖ هٰذَا، إِنِّي لَأَعْرِفُ وُجُوهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ، اذْهَبْ بِنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْأَلْهُ فِيمَنْ هٰذَا الْأَمْرُ، إِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ، وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ، فَأَوْصٰى بِنَا، فَقَالَ عَلِيٌّ : إِنَّا وَاللّٰهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاهَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهٗ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”سیّدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے واپس آئے۔ یہ رسول

اللہ ﷺ کے مرض موت کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ کی طبیعت کیسی ہے؟ کہا: الحمد اللہ! کافی بہتر ہے، پھر سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر فرمایا: اللہ کی قسم! تین دن بعد آپ محکوم ہو جائیں گے۔ اللہ کی قسم! نبی کریم ﷺ اس مرض سے جانبر نہیں ہو سکیں گے، مجھے آثار نظر آ گئے ہیں، بوقت وفات بنو عبدالمطلب کے چہروں کی مجھے خوب شناخت ہے۔ ہم آپ ﷺ کے پاس جا کر خلافت کے متعلق پوچھ لیتے ہیں۔ اگر ہم اس کے مستحق ہیں، تو معلوم ہو جائے گا، اگر کوئی دوسرا ہے تو بھی پتہ چل جائے گا، رسول اللہ ﷺ ہمیں اس کی وصیت فرما دیں گے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس وقت آپ ﷺ سے مطالبہ کیا اور آپ ﷺ نے انکار کر دیا، تو لوگ ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے۔ میں تو یہ مطالبہ نہیں کروں گا۔''(صحيح البخاري: 4447)

② سیّدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ : لَا، إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ، أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ . قَالَ : قُلْتُ : فَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَال : العَقْلُ، وَفَكَاكُ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ .

''کیا آپ کے پاس کوئی خاص تحریر ہے؟ فرمایا: نہیں، صرف کتاب اللہ کا

فہم اور یہ صحیفہ ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت، قیدی آزاد کرنا اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے (کے مسائل ہیں)۔''

(صحيح البخاري: 111)

ثابت ہوا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول نہیں تھے، نہ وہ خود کو خلیفہ بلا فصل سمجھتے تھے، بلکہ آپ نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت وامامت کی بیعت کر رکھی تھی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:728ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ تَوَهَّمَ أَنَّ هٰذَا الْكِتَابَ كَانَ بِخِلَافَةِ عَلِيٍّ فَهُوَ ضَالٌّ بِّاتِّفَاقِ عَامَّةِ النَّاسِ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَالشِّيعَةِ، أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَمُتَّفِقُونَ عَلٰى تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ وَّتَقْدِيمِهٖ . وَأَمَّا الشِّيعَةُ الْقَائِلُونَ بِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ الْمُسْتَحِقَّ لِلْإِمَامَةِ، فَيَقُولُونَ : إِنَّهٗ قَدْ نَصَّ عَلٰى إِمَامَتِهٖ قَبْلَ ذٰلِكَ نَصًّا جَلِيًّا ظَاهِرًا مَّعْرُوفًا، وَّحِينَئِذٍ فَلَمْ يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلٰى كِتَابٍ .

''سنی وشیعہ علما بالاتفاق ایسے شخص کو گمراہ قرار دیتے ہیں، جس کا دعوی ہو کہ نبی کریم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھنا چاہتے تھے۔ اہل سنت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تفضیل وتقدیم پر متفق ہیں، جبکہ شیعہ کا نظریہ ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ہی امامت کے مستحق تھے، وہ کہتے ہیں کہ ان کی امامت پر نص جلی ہے، چنانچہ کسی تحریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔'' (مِنهاج السّنة: 3/135)

نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ اپنے اختیار سے ترک کیا تھا، ایک نبی تبلیغ دین سے رک ہی نہیں سکتا، اگر رسول اللہ ﷺ کفار کے روکنے سے دین کی تبلیغ سے نہیں رکے تھے، تو صحابہ کے روکنے سے کیسے رک جاتے؟ پھر صحابہ جنہوں نے زندگی کے ہر لمحے میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا ہو، وہ آپ کو دین کی تبلیغ سے کیونکر روک سکتے تھے؟

ع دل صاحب ادراک سے انصاف طلب ہے۔

حسبنا کتاب اللہ:

قول عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ''حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ'' میں کتاب اللہ سے مراد حکم اللہ ہے۔ وہ احکام الٰہی، جو قرآن وحدیث کی صورت میں لکھے جا چکے ہیں، کتاب میں قرآن اور حدیث دونوں آتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ صرف قرآن کو کافی کہا ہو۔

دین کی تکمیل ہو چکی تھی ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ ''آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔'' نازل ہو چکی تھی۔ قرآن کریم میں ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔'' اور ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ ''قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔'' جیسے فرامین الٰہیہ موجود تھے۔ بتایا جا چکا تھا کہ قرآن کا بیان حدیث کی صورت میں موجود ہے، تو بیماری کے عالم میں مزید لکھنا اب باعث تکلیف تھا۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (673۔748ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّمَا أَرَادَ عُمَرُ التَّخْفِيفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ رَآهُ شَدِيدَ الْوَجَعِ، لِعِلْمِهِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَكْمَلَ

دِينَنَا، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ الْكِتَابُ وَاجِبًا لَّكَتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ، وَلَمَا أَخَلَّ بِهِ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف میں دیکھ کر صرف اس لیے تخفیف کا ارادہ فرمایا تھا کہ وہ جانتے تھے دین الٰہی مکمل ہو گیا ہے، یہ تحریر واجب ہوتی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ضرور لکھ دیتے، کبھی ترک نہ کرتے۔''

(تاريخ الإسلام: 813/1، ت بشار، سير أعلام النّبلاء: 338/2)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام مبارک مٹانے کا حکم دیا، مگر انہوں نے انکار کر دیا، یہ مقاصد شریعت کی مخالفت نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی انتہا تھی۔ اسی طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان بھی آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لازوال محبت کی دلیل ہے۔

تنبیہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل تین وصیتیں فرمائی تھیں، اگر خلافت علی لکھنے سے صحابہ مانع ہوئے تھے تو بیان کرنے سے کیا مانع ہوا تھا؟ پھر یہ واقعہ جمعرات کا ہے، جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سوموار کو ہوئی، یعنی اس واقعہ کے تین دن بعد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے۔ خلافت علی کیوں نہ لکھ دی یا کم از کم وصیت ہی فرما دیتے۔

الحاصل:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے برحق خلیفہ ہیں۔ اس پر امت محمدیہ کا اجماع

ہے،تورات وانجیل کی پیشینگوئی ہے۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِخلافت میں جب یہودی عالم اسقف سے خلفاء راشدین کے متعلق سوال کئے کہ کیا ان کا ذکر تورات میں موجود ہے،تو اس نے جہاں دوسرے خلفاء کی ترتیب وصفات بیان کیں وہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ شمار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی صفات بیان کیں (سنن ابی دواد: 4656، وسندہ حسن) اس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی موافقت کی۔معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین کی ترتیب اس دور میں زبان زدِ عام تھی، کسی کو انکار تھا، نہ اشتباہ، بلکہ خوئے تسلیم ورضا تھی۔

جب اہل ہوا جنم لیتے ہیں،تو اپنے ساتھ خلافت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما پر سوالات اٹھانے کی بدعت بھی لاتے ہیں، اس گمراہ کن نظریے پر دلائل تراشے جاتے ہیں، قرآن وحدیث میں معنوی تحریف کا فتنہ سر اٹھاتا ہے۔

آلِ یہود کا اخاذ ذہن اس حقیقت سے واقف تھا کہ اسلام اور مسلمان کے درمیان سے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ گرا دیا جائے تو اسلام کی عمارت دھڑام سے زمین پر آ گرے گی، اسی لئے اس ذہن کو عام کیا گیا کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد گمراہ ہو گئے تھے۔اس غلیظ نظریے کو کیسے کیسے بہانوں سے عام کیا جاتا ہے، اس کا اندازہ حدیث قرطاس سے لگا لیجئے۔اس کی بنیاد پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان درازی کی مشق جاری رہتی ہے اور دشمنان اسلام کی کوشش رہتی ہے کہ اسلام سے اہل اسلام کو دور کر دیا جائے، نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، خدا غارت کرے کس درجہ ظالم ہیں یہ لوگ!

عہدِ ثلاثہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دعوی خلافت وامامت:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ میں سے کسی کے دور میں بھی امامت یا خلافت کا دعوی نہیں کیا، بلکہ آپ نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی، ان کو اپنا امام مانا، اس کے برخلاف جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں، درجہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں، ملاحظہ ہو:

دلیل نمبر ①:

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کیجیے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَنَا أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْكُمْ، لَا أُبَايِعُكُمْ، وَأَنْتُمْ أَوْلٰى بِالْبَيْعَةِ لِي، أَخَذْتُمْ هٰذَا الْأَمْرَ مِنَ الْأَنْصَارِ.

''میں خلافت کا زیادہ حق دار ہوں، مجھے آپ کی بیعت نہیں بلکہ آپ کو میری بیعت کرنی چاہئے۔ آپ نے انصار سے خلافت چھین لی ہے، اب آپ اہل بیت سے غصب کرنا چاہتے ہو۔ کیا آپ نے انصار کے مقابلے میں خود کو زیادہ حق دار قرار نہیں دیا؟ اے گروہِ مہاجرین! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت و خلافت ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھر نہ لے جاؤ۔''

(كتاب الإمامة والسّياسة لابن قتيبة، ص: 12، مطبوعه مصر)

جھوٹ کا پلندا ہے، اس کی کوئی سند نہیں، پھر یہ روایت ''الامامۃ والسیاسۃ'' نامی کتاب سے لی گئی ہے، یہ کتاب ابن قتیبہ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے، ان کا اس

سے کوئی تعلق نہیں۔

دلیل نمبر ②:

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ عَنِ الْمَدَائِنِيِّ، عَنْ أَبِي مِخْنَفٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا خَرَجَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ كَتَبَتْ أُمُّ الْفَضْلِ بِنْتُ الْحَارِثِ إِلٰى عَلِيٍّ بِخُرُوجِهِمْ، فَقَالَ عَلِيٌّ: الْعَجَبُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا قَبَضَ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا: نَحْنُ أَهْلُهُ وَأَوْلِيَاؤُهُ لا يُنَازِعُنَا سُلْطَانَهُ أَحَدٌ، فَأَبٰى عَلَيْنَا قَوْمُنَا فَوَلَّوْا غَيْرَنَا. وَايْمُ اللّٰهِ لَوْلَا مَخَافَةُ الْفُرْقَةِ وَأَنْ يَّعُودَ الْكُفْرُ وَيَبُوءَ الدِّينُ لِغَيْرِنَا، فَصَبَرْنَا عَلٰى بَعْضِ الْأَلَمِ.

''عامر شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تو، امِ فضل بنتِ حارث نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تعجب ہے کہ طلحہ و زبیر کیوں کر میرے مخالف ہو گئے؟ جب اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس بلا لیا، تو ہم سمجھے کہ خلافت کے سلسلہ میں کوئی شخص ہم سے نزاع اور اختلاف نہیں کرے گا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور ولی ہیں۔ ہماری قوم نے انکار کیا اور ہمارے غیر (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ بنا لیا۔ اللہ کی

قسم! اگر اس وقت مجھے مسلمانوں میں تفرقہ، دین اسلام کی بربادی اور کفر پھیلنے کا خدشہ نہ ہوتا، تو ہم اس امر کو بدل کر رکھ دیتے۔ (ہم نے مصلحت کے پیشِ نظر) بعض مصائب و آلام پر صبر کیا۔''

(الاستيعاب لابن عبد البرّ، مطبوعه برحاشية الإصابة :502/1)

روایت من گھڑت ہے، امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اسے بغیر سند کے عمر بن شبہ سے ذکر کیا ہے۔

① اس کا راوی لوط بن یحییٰ ابومخنف کوفی رافضی شیعہ ہے اور بالاجماع ''ضعیف'' ہے۔ اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ . ''یہ کچھ بھی نہیں۔''

(تاريخ يحيى بن مَعين برواية الدُّوري : 1357)

نیز کہتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ . ''یہ معتبر نہیں ہے۔''

(تاريخ يحيى بن معين برواية الدُّوري : 1780)

امام ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي قَالَهُ ابْنُ مَعِيْنٍ يُّوَافِقُهٗ عَلَيْهِ الْأَئِمَّةُ .

''یہ جو ابن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے، اس پر ائمہ نے ان کی موافقت کی ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 93/6)

نیز فرماتے ہیں:

شِيْعِيٌّ مُّحْتَرِقٌ، صَاحِبُ أَخْبَارِهِمْ .

''کٹر شیعہ تھا اور ان کی خبروں کا راوی تھا۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 93/6)

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ ''متروک الحدیث'' ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 182/7)

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِخْبَارِيٌّ ، ضَعِيفٌ .

''یہ اخباری ہے اور ضعیف ہے۔''(الضّعفاء والمتروكون : 669)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ شِيعِيًّا، وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ .

''یہ شیعہ تھا ، ائمہ محدثین اسے ضعیف کہتے تھے۔''(البداية والنّهاية : 220/8)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَذَّابٌ . ''یہ جھوٹا ہے۔''(تاريخ الإسلام : 188/2)

نیز لکھتے ہیں:

إِخْبَارِيٌّ، تَالِفٌ، لَّا يُوثَقُ بِهٖ .

''یہ جھوٹی روایات بیان کرنے والا اور سخت ضعیف راوی ہے، اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔''(ميزان الاعتدال : 419/3)

③ جابر جعفی کذاب، متروک، رافضی اور شیعہ ہے۔

اس روایت کو اہل سنت کے اجماعی موقف کے خلاف پیش کرنا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

دلیل نمبر ③:

سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

كُنْتُ عَلَى الْبَابِ يَوْمَ الشُّورٰى فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ بَيْنَهُمْ فَسَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ : بَايَعَ النَّاسُ لِأَبِي بَكْرٍ، وَإِنَّا وَاللّٰهِ أَوْلٰى بِالْأَمْرِ مِنْهُ وَأَحَقُّ مِنْهُ، فَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ مَخَافَةَ أَنْ يَّرْجِعَ النَّاسُ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُهُمْ رِقَابَ بَعْضٍ بِّالسَّيْفِ .

''میں شوریٰ کے دن دروازے کے پاس کھڑا تھا، اہل شوریٰ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی، اللہ کی قسم! ہم ان سے زیادہ خلافت کے حق دار تھے، لیکن میں نے محض اس اندیشہ کے پیش نظر سکوت اختیار کر لیا کہ (اس خانہ جنگی کی وجہ سے) لوگ کفر کی طرف پلٹ کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ اڑانا شروع کر دیں۔''

(الضّعفاء الكبير للعُقَيلي : 2/211)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

امام عقیلی رحمہ اللہ یہ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا أَصْلَ لَهُ عَنْ عَلِيٍّ .

''اس حدیث کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی ثبوت نہیں۔''

(الضعفاء للعقيلي : 212/2)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هُوَ خَبَرٌ مُّنْكَرٌ . ''یہ خبر منکر ہے۔''(ميزان الاعتدال :441/1)

نیز لکھتے ہیں:

هٰذَا غَيْرُ صَحِيحٍ وَّحَاشَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ قَوْلِ هٰذَا .

''یہ درست نہیں ہے، امیر المومنین ایسی بات ہرگز نہیں کر سکتے۔''

(ميزان الاعتدال :442/1)

یہ روایت دو وجوہ کی بنا پر ''ضعیف'' ہے:

① حارث بن محمد کو امام ابن عدی (الکامل :1 /194) اور امام عقیلی رحمہما اللہ (الضعفاء:1 /212) نے ''مجہول'' کہا ہے، لہٰذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا اسے (الثقات 4 /136) میں ذکر کرنا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔

② اس میں رجل مبہم بھی ہے۔

فائدہ:

جس سند میں رجل مبہم کا ذکر نہیں، وہ سند محمد بن حمید رازی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز اس میں حارث بن محمد نے سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا

رجل مبہم کا اضافہ اس میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ یہ المزید فی متصل الاسانید کی صورت بنتی ہے، جس کی بنا پر یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

دلیل نمبر ④:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَتَشَهَّدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ، وَمَا أَعْطَاكَ اللّٰهُ، وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيْكَ، وَلٰكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَّ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ، وَكُنَّا نَحْنُ نَرٰى لَنَا حَقًّا لِّقَرَابَتِنَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُ أَبَا بَكْرٍ حَتّٰى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ .

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا: ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت پہچانتے ہیں اور اللہ نے آپ کو جو مرتبہ عطا کیا ہے، اس سے واقف ہیں اور اللہ کی طرف سے آپ کو عطا کردہ خیر پر حسرت نہیں کرتے، لیکن آپ نے خود ہی یہ حکومت حاصل کر لی (یعنی ہم سے مشورہ نہیں کیا) حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی بنا پر اس (مشورہ) میں اپنا حق سمجھتے تھے، پھر وہ اس مسئلہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مسلسل گفتگو کرتے رہے، حتی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔''

(صحيح البخاري : 4240، 4241، صحيح مسلم : 1759)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کلمہ پڑھ کر اس حقیقت کا اعتراف کر رہے ہیں کہ یہ خلافت آپ کو اللہ نے عطا کی ہے، ہم اسے چھیننے میں رغبت نہیں رکھتے، بات اتنی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔ ہم سے مشورہ کیوں نہیں کیا گیا؟

اس روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت تسلیم کر رہے ہیں۔

قارئین کرام! ذرا غور کیجئے کہ امت کے اجماع کے خلاف ان بے سند و من گھڑت روایات کی کچھ حیثیت ہے؟ ان ضعیف اور موضوع (من گھڑت) روایات کی بنا پر مسلمانوں کے مقابلہ میں علیحدہ امت کھڑی کر لینا کتنا افسوس ناک ہے؟

اور یہ اہل ایمان کا شیوہ نہیں کہ وہ ایسی جھوٹی روایات کی بنا پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو طعن کا نشانہ بنائیں۔

حافظ احمد بن عمر بن ابراہیم، قرطبی رحمہ اللہ کا قولِ فیصل ذکر کیا جاتا ہے:

قَدْ أَكْثَرَ الشِّيعَةُ وَالرَّوَافِضُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْبَاطِلَةِ وَالْكَاذِبَةِ، وَاخْتَرَعُوا نُصُوصًا عَلٰى اسْتِخْلَافِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا، وَادَّعُوا أَنَّهَا تَوَاتَرَتْ عِنْدَهُمْ، وَهٰذَا كُلُّهُ كِذْبٌ مُّرَكَّبٌ، وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ صَحِيحًا أَوْ مَعْرُوفًا عِنْدَ الصَّحَابَةِ يَوْمَ السَّقِيفَةِ لَذَكَرُوهُ، وَلَرَجَعُوا إِلَيْهِ، وَلَذَكَرَهُ عَلِيٌّ مُّحْتَجًّا لِّنَفْسِهٖ، وَلَمَّا حَلَّ أَنْ يَّسْكُتَ عَنْ مِّثْلِ ذٰلِكَ بِوَجْهٍ، فَإِنَّهُ حَقُّ اللّٰهِ، وَحَقُّ نَبِيِّهٖ وَحَقُّهُ،

وَحَقُّ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ مَا يُعْلَمُ مِنْ عَظِيمِ عِلْمِ عَلِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَصَلَابَتِهِ فِي الدِّينِ، وَشُجَاعَتِهِ يَقْتَضِي، اَلَّا يَتَّقِي أَحَدًا فِي دِينِ اللّٰهِ، كَمَا لَمْ يَتَّقِ مُعَاوِيَةَ، وَأَهْلَ الشَّامِ حِينَ خَالَفُوهُ، ثُمَّ إِنَّهُ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَلَّى الْمُسْلِمُونَ بِاجْتِهَادِهِمْ عَلِيًّا، وَلَمْ يَذْكَرْ هُوَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْهُمْ نَصًّا فِي ذٰلِكَ، فَعُلِمَ قَطْعًا كِذْبُ مَنِ ادَّعَاهُ، وَمَا التَّوْفِيقُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ.

''شیعہ اور رافضیوں نے بہت سی باطل اور جھوٹی احادیث بیان کی ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنے کے متعلق نصوص گھڑ لی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ یہ سب جھوٹ کا مرکب ہے۔ اگر اس بارے میں کوئی بات بھی صحیح ہوتی یا صحابہ کے ہاں معروف ہوتی، تو وہ اسے سقیفہ والے دن ذکر کرتے، اس کی طرف رجوع کرتے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسے اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے، نیز ان کے لیے اس طرح کی بات سے خاموش ہو جانا کسی طرح جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہ اللہ، اس کے رسول، خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کا حق تھا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عظمتِ علم اور دین میں پختگی بھی معلوم ہے اور آپ کی شجاعت بھی اس بات کی متقاضی تھی کہ آپ اللہ کے دین کے

بارے میں کسی سے نہ ڈرتے، جیسا کہ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ڈرے تھے، نیز اہل شام سے بھی نہیں ڈرتے تھے، جب انہوں نے آپ کی مخالفت کی تھی۔ پھر جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو مسلمانوں نے اپنے اجتہاد سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے خود اور نہ ہی کسی صحابی نے اس بارے میں کوئی نص ذکر کی۔ چنانچہ قطعی طور پر معلوم ہوگیا ہے کہ اس دعویٰ کا مدعی جھوٹا ہے۔ وَمَا التَّوْفِيقُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔"

(المُفهم لما أشكل من تلخيص صحيح مسلم : 4/557)

سیدنا علی کی طرف منسوب کتاب نہج البلاغۃ (ص:366۔367) میں لکھا ہے:

إِنَّهٗ بَايَعَنِي الْقَومُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِّلشَّاهِدِ أَنْ يَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَّرُدَّ، وَإِنَّمَاالشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، فَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلٰى رَجُلٍ وَّسَمَّوهُ إِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى، فَإِنْ خَرَجَ مِنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِّطَعْنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رُدُّوهُ إِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ، فَإِنْ أَبٰى قَاتِلُوهُ عَلٰى اتِّبَاعِهٖ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى .

"میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے، جنہوں نے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان کی بیعت کی تھی۔ جس کے متعلق حاضر شخص من

مانی نہیں کر سکتا اور غائب رد نہیں کر سکتا۔ مجلس شوریٰ صرف مہاجرین و انصار پر مشتمل ہے۔ اگر وہ کسی کی امامت پر اتفاق کر لیں، تو اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی شامل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی طعن اور بدعت کی بنیاد پر خروج کرنا چاہے، تو اسے واپس پلٹایا جائے گا۔ اگر نہ مانے، تو قتل کیا جائے گا، کیونکہ وہ مسلمانوں کے راستے سے انحراف کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو اسی طرف پھیر دے گا جس کی طرف وہ پھرنا چاہتا ہے۔''